

بلکہ جس طرح سونے کو آگ میں تپانے سے اسکی کھوٹ نکالنی منظور ہوتی ہے اسی طرح آتشِ حق سے نفوسِ انسانی کو مذہب کرنا مقصود ہے۔

۳۵ یارب تو کجائی کہ یہ ما زرنہری
بیدرد خدائی کہ ما زرنہری
نے۔ تو نہ غائبی، و نہ بیرحمی،
بے مایہ چومائی کہ ما زرنہری

اس رباعی میں مرزا کی شوخی و گستاخی حد سے زیادہ گذر گئی ہے۔ دارالافتا میں توقینا اسپر کفر کا فہرے دیا جائیگا؛ لیکن ہمارے نزدیک ایسے کلام سے بچاے کفر کے زیادہ تر قائل کے ایمان اور یقین پر استدلال ہوتا ہے۔ صاف پایا جاتا ہے کہ سائل معاش کی تنگی و فراخی و خوشحالی و بحالی کو محض خدا کی طرف سے جانتا ہے؛ اور تدبیر و عقل و دانش کو اس میں بالکل عاجز و در ماندہ سمجھتا ہے؛ یہاں تک کہ جب معاش سے بہت تنگ ہوتا ہے تو یہ نہیں خیال کرتا کہ جتنے تدبیر نہیں کی؛ یا تدبیر میں مجھے غلطی ہوگئی، یا بیماری کا بلی و سستی سے یہ تنگدستی ہو کہ نصیب ہوئی؛ بلکہ نہایت تعجب کے ساتھ خدا کی جناب میں عرض کرتا ہے کہ کیا تیرا خزانہ خالی ہو گیا ہے۔ جو ہم کو کچھ نہیں ملتا؛ ہاں اس قسم کے خطابات آدابِ شریعت کے بالکل خلاف ہیں؛ اور ایسے ہی خطابات کی نسبت کہا گیا ہے۔

”ما یروں را تنگیم و تال را
ما دروں را بستگیم و حال را“

قصائد مرزا کے قصائد جن میں قطعات، نوسے، ترکیب بند، ترجیع بند، جنس وغیرہ بھی شامل ہیں۔ کیا باعتبار کثرت اور کیا بلحاظ کیفیت کے انکے اصنافِ نظم میں سے زیادہ ممتاز و مستحق ہے اگرچہ مرزا کی نغزل کا ایک معتد بہ حصہ متاخرین کے طبقے میں کسی بڑے سے بڑے نامور اور مسلم القدرت

استاد کی نغزل سے گرا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ اکثر کی نغزل پر ہر ایک لحاظ سے فوقیت رکھتا ہوا؛ مگر اسی کے ساتھ نغزلیات کا ایک دوسرا حصہ ایسا بھی ہے جس میں نغزل کی شانِ بیانی عام فہم اور خاص پسند ہونا بہت کم پایا جاتا ہے۔ بخلاف قصیدے کے کہ اس میں قصیدے کی شان جیسی کہ ہونی چاہئے اول سے آخر تک یکساں طور پر جلوہ گر ہے۔

قصائد میں مرزا نے کہیں خاقانی کا تتبع کیا ہے کہیں سلمان و ظہیر کا اور کہیں غنی و ظہیری کا؛ اور ہر ایک منزل کامیابی کے ساتھ طے کی ہے۔ مرزا کی تشبیب نسبتِ مدح کے نہایت شاندار اور عالی رتبہ ہوتی ہے؛ اور اسی سے قصیدے کی پستی و بلندی کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ مشرقی شاعری میں عموماً اور ایران کی شاعری میں خصوصاً کوئی مضمون مدح و ستائش سے زیادہ پھیکا سیٹھا ٹھنڈا اور بے لطف نہیں ہوتا؛ عالی القدر متاخرین نے ببالغہ کی نئے بڑھاتے بڑھاتے مدح کو جو جس کے درجہ تک پہنچا دیا ہے؛ اور اس کھتے سے مرزا کی مدح بھی مستثنیٰ نہیں۔ البتہ عرفی نے مدحیہ مبالغوں میں ایک قسم کا بنگین پیدا کیا ہے جو اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ جس طرح قدما کے قصائد میں وہ ان نہیں پائی جاتی اسی طرح مرزا کے قصائد بھی اس سے مستزاد ہیں۔ لیکن مرزا کے اکثر قصیدوں کی تشبیہیں کچھ تنگ نہیں کہ عرفی کی تشبیہوں سے سبقت لیکتی ہیں۔

چونکہ مرزا کے تمام قصائد اور انکے لطعات کے انتخاب کی اس مختصر میں گنجائش نہیں ہے اسلئے ہم ایک آدھ پورا قصیدہ اور باقی صرف چند تشبیہیں۔ اور ایک آدھ مدح اور کچھ قطعے اور نوسے بطور نمونے کے اس مقام پر نقل کرتے ہیں اور اخیر میں مرزا کا ایک ترکیب بند

نظیری کے ترکیب بند کے ساتھ اس غرض سے نقل کرینگے تاکہ صحاب ذوق صحیح کو دونوں کے کلام میں موازنہ اور اس بات کا اندازہ کرنے کا موقع ملے کہ مرزا نے اگری طبقہ کے پیچیدہ اور برگزیدہ شعرا کے تتبع کو کس حد اور کس درجے تک پہنچایا تھا۔

توحید

اے زووم غیر غوغا در جہاں آہستہ	گفتہ خود حرفے و خود را در گماں آہستہ
ویرہ بیرون در دل از خوشی تیغ - دانگے	پردہ رسم پرستش در میان آہستہ
نقش بر خاتم زحرف بے صدا گنجینہ	شور در عالم ز حسن بے نشان آہستہ
چرخ را در قالب بداع ویر واریختہ	خاک را بر طبع پیدائی ستیاں آہستہ
عاشقان مہو تہ دار و زین آواہ	غازیاں در معرض تیغ و بناں آہستہ
رنگہا و طبع ارباب قیاس میخستہ	نکتہ ہا در خاطر اہل بیان آہستہ
باچہیں ہنگامہ روضت نمی گنجدونی	مردہ را از خوشیں یا بر کراں آہستہ

دونی کو مردے سے اور وحدت کو دریا سے تشبیہ دی ہے یعنی جلیح دریا مردے کو باپھیرکتیا ہے اسی طرح باوجود ہنگامہ کثرت کے وحدت میں دونی نہیں سما سکتی۔ بالکل نئی اور نہایت بلخ تشبیہ دی ہے۔

زرد بانے بستہ باد یوار کاخے در نظر	انتہائے درنا دین دآن آہستہ
رفقہ ہر کس تا قدر گاہے ذرا ناخوشیا	پایہ پالیہ از منہ را زرد بان آہستہ
غم جو گیر وخت نتواں شکوہ از دلہا رکرد	بہر آسانی اساس آسماں آہستہ

انجمن ادبیہ

گل چو ماند ویر گرد در دلش بجزار سرد	بہر تجید بدی طرب طرح خراں آہستہ
آتشے ز رو سے گلہا کے بہا را زوہ	شعلہ در جان مرغ صبح خوں آہستہ
وجہ در ساغ معنی طرازاں ریختہ	رشمہ در کاسہ دریا و کال آہستہ
جز بیدیں آب آتش ز رشت تہاں سوزد	کعبہ را جو سے بہشت از ما و آل آہستہ
جز بربیل الماس نتواں بچنیں داؤد	رخنہ از اسلام در کشن مغان آہستہ

یعنی آتش زردشت ہر ایک پانی سے نہیں بجھ سکتی تھی اس لئے میزاب کعبہ سے بہشت کی نہر جاری کر دی اور کش مغان ایک ایسا موتی تھا کہ اسلام جیسے الماس کے سوا اسکیند نہا یعنی اس میں رخنہ ڈالنا ناممکن تھا۔

چشم را بختیہ جوناں گرد سے کار باہش	برزین دانند طرح آسماں آہستہ
داوہ از رور را بر انسان خستہ کاہن قیاس	در تن شمشیر سپہا ز بند جاں آہستہ
اسے ز قلم خاکساران تو از شہر بہما	چوں گلیم کمنہ ظن را بر کراں آہستہ
ذوق تمکین گدایان تو گنج مشاہ را	از دل گنجور و چشم پاسبان آہستہ
تا دیریں صورت چشم دشمنان پنہاں بود	دوست را اندر طلسم اتھاں آہستہ
تا علاج خشکی آسایش دیگر دہ	خار ہا در رہگذار سہماں آہستہ

مرثیہ ذوق

گرفت کفر در پے روزی تانفتن	ننگ ست ننگ در عنق دنیا گرستن
گاہے بدواع شاہد و ساقی گدافتن	گاہے برگ نامک دبا یا گرستن

بہر آسانی

باید بد رو ہرزہ گریستن دگر گریست
 رشک آیدم بایر کہ در حدیج اوست
 رفت آن چہ رفت - بایم اکنون گاشت
 بالان تھے !!! کہ با نڈا ز شست و شو
 خود را نڈیزال لب نوشیں بکام خویش
 فرو شغاعت وصلہ صبر و خون بہا
 چون زرق حنیب در درت را عام کردہ اند

جب اگر سیتیم - درینا گریستن
 بر خاک کربلاے معلی گریستن
 از بہر نور دیدہ زہرا گریستن
 وارو بہر و سیاہی اعدا گریستن
 ز سید بہ شور بختی دریا گریستن
 بیچ از کسے نخواستہ الا گریستن
 سر میند ز مومن در سا گریستن

اسے فلک شرم! از ستم بر جانان مصطفیٰ
 اسے بھر وادہ نازاں بیچ میدانی چہ رفت
 سایہ از سر و روان مصطفیٰ نقد بجاک
 گرے بازار امکاں خود نیل مصطفیٰ است
 کینہ خواہی ہیں !! کہ با اولاد مجاوش کنی
 نیک بنود کو تو بر فرزند دل بندش رود
 یا تو دانی مصطفیٰ را فارغ از بیخ حسین؟
 یا مگر گاہے نہدی مصطفیٰ را با حسین؟
 اسے فلک شرم! از ستم بر جانان مصطفیٰ
 اسے بھر وادہ نازاں بیچ میدانی چہ رفت
 سایہ از سر و روان مصطفیٰ نقد بجاک
 گرے بازار امکاں خود نیل مصطفیٰ است
 کینہ خواہی ہیں !! کہ با اولاد مجاوش کنی
 نیک بنود کو تو بر فرزند دل بندش رود
 یا تو دانی مصطفیٰ را فارغ از بیخ حسین؟
 یا مگر گاہے نہدی مصطفیٰ را با حسین؟
 اسے فلک شرم! از ستم بر جانان مصطفیٰ
 اسے بھر وادہ نازاں بیچ میدانی چہ رفت
 سایہ از سر و روان مصطفیٰ نقد بجاک
 گرے بازار امکاں خود نیل مصطفیٰ است
 کینہ خواہی ہیں !! کہ با اولاد مجاوش کنی
 نیک بنود کو تو بر فرزند دل بندش رود
 یا تو دانی مصطفیٰ را فارغ از بیخ حسین؟
 یا مگر گاہے نہدی مصطفیٰ را با حسین؟

آن حسین است این سوی مصطفیٰ پیش بر رخ
 قدسیاں را نفس من و تو و غالب سماع
 بوسہ چوں باقی نماندہ در دہان مصطفیٰ
 گشتہ ام در فوجہ خوانی مع خوان مصطفیٰ

اسے کج اندیشہ فلک حرمت دین بایستے
 تاجہ اتقا دکہ بر نیزہ سرشس گردانند
 حیث باشد کہ فتنہ خستہ ز تو سن بر خاک
 حیث باشد کہ ترا حداد ام اسے طلبند
 تازیان را یہ جگر گوشہ احمد چہ نزل
 ایما القوم! بتزل بود ار خود گویم

علم شاہ نگوں شد نہ چنین بایستے
 عزت شاہ شہیدان با زین بایستے
 آنکہ جو لاکہ او عرش بریں بایستے
 آنکہ سائل بدرش مع این بایستے
 وطن اصلی این قوم زمین بایستے
 میماں بے خطر از خجریں بایستے

یعنی یہ تو ادنی درجے کی بات ہے اگر یہ کہا جائے کہ اسے اہل تمام کر لیا گیا میمان خجریں سے
 محفوظ رہنا چاہئے تھا بلکہ جو سخن اس موقع پر کہنے کے لائق ہے وہ یہ ہے یعنی جیسا اسکے
 اشعار میں بیان ہوا ہے۔

سخن انیست کہ در راہ حسین ابن علی
 چشم بدو در بہنگام تماشای خوش
 داشت تا خواستہ در شکر قدومش دادن
 چوں بفرمان خود را دانی و خود بینی خویش
 یا اسیران ستمیہ پس از قتل حسین
 پوہ از روی عقیدت بہ جبین بایستے
 رو نما سلطنت روی زین بایستے
 اگرش ملک و گرتاج و گیس بایستے
 آن مکر ویر کہ از صفوی بقیس بایستے
 دل نرم و منش مہر گزین بایستے

چہ ستیزم بقضا ورنہ گویم غالب علم شاہ نگون شد زنجیں ایستے

وقت ست کہ در پچ و خم نوحہ سرانی
 وقتت کہ آن پروگیاں کز رہہ تعظیم
 از حیمہ آتش زده عیاں بیدار آید
 جاننا ہمہ فرسودہ تشویش اسیری
 اسے چرخ چو آن شد گرا ز بہر چہ گردی
 خون گرد و فروری اگر صاحب ہدی
 تہناست حسین ابن علی در صفت اعدا
 توقع شفاعت کہ میر ز خدا داشت
 فریاد ازاں حامل نشور امانت
 فریاد ازاں زاری و خونبارہ فتانی
 فریاد ز بیچارگی و خستہ درونی
 غالب جگری خون کن ز ندیدہ فرود بار
 سوز و نفس نوحہ گرا ز تلخ نوانی
 بر در گرہ نشان کردہ فلکنا صیہ سانی
 چون شعلہ دغاں بر بر شاہ کدہ رانی
 دلما ہمہ خون گشتہ اندوہ رمانی
 اسے خاک چو این شد گرا آسودہ چرانی
 بر خیز و بخون غلط! اگر از اہل وفا نی
 اکبر تو کجا رفتی و عباس شش کجانی
 از خون حسین ابن علی یافت روانی
 فریاد ازاں نشور اسرار خدائی
 فریاد ازاں خواری و بے برگ و توانی
 فریاد ز آوارگی و بے سرو پائی
 گر رو سے شناس غم شاہ شہدائی

سرو چین سروری افتاد ز پا۔ ہاے
 بر خاک رہ افتادہ تنہ بہت سرش کو
 شد غرقہ بخون پیکر شاہ شہدایا ہاے
 آن روی فرور زندہ دان نہفت و تا ہاے

عجاس و لا و کرد در آن اہر دمی داشت
 آن قائم کلکوں کفن عوصہ محشر
 آن اصغر دل خستہ پیکان جگر دوز
 اسے قوت بازو سے جگر گوشہ زہرا
 اسے شہرہ بامادی و سادی کہ نداری
 اسے منظر انوار کہ بود اہل غفلت سرا
 اسے گلبن نورستہ گلزار سیادت
 اسے منبع آن بہشت کہ آرایش خلندہ
 بلخ نظران روش دین نبی۔ حیت
 ماتم کہہ آن خیمہ غارت زدگاں حیت
 آن تابش خورشید دریاں گرم روی حیت
 غالب بلا تک نتواں گشت ہم آواز
 شمشیر بیکیت و بیکیت لوا۔ ہاے
 واں اکبر خوش تن میدان غنا۔ ہاے
 واں عابد غمیدہ بے برگ نوا۔ ہاے
 دست تو شمشیر شد از شانہ جدا۔ ہاے
 کا نور و کفن۔ بگذرم از عطر و قبا۔ ہاے
 دیدار تو دیدار شہر ہر دو سرا۔ ہاے
 نایافتہ در باغ جہاں نشو و نما۔ ہاے
 دائم کر سن شد بگلے تو روا۔ ہاے
 قدسی گہران حرم شیر خدا۔ ہاے
 غارت زده آن قافلہ آل عبا۔ ہاے
 واں طعنہ کفار دران شور غزا۔ ہاے
 اندازہ آن کو کہ شوم نوحہ سرا۔ ہاے

بیادر کہ بلاتا آن ستکاش کاروان مینی
 نہ بینی بیج بر سر خازان گنج عصمت را
 ہمانا سیل آتش بردہ بگاہ غویاں را
 بہی خیمہ از آب چوں جوی کنارش را
 کہ درو سے آدم آل عبا را ساہان مینی
 مگر در خار سن ہمار و پود طلیساں مینی
 کہ ہر جا پارہ از رخ و سحر از دغاں مینی
 ز خون تشہ کاماں خیمہ دیگر دران مینی

بہر جا پارہ از رخ و سحر از دغاں مینی

ببینی سرخوش خوابم عبا س غازی را
 هجوم خستگان و سوز و ساز ز کفران
 نمی بینی که چون جان داد میداد بخواهان
 گزتم کاینه بینی دے داری و پسته هم
 چه دندان بگر افشوده باشی کز ان دای
 نیاری گردان کوشی که پیش در کبابی
 تنه را کشی گل خار بودی بر زمین یابی

ستایش روزگار

هست از چیز که بهما استخوان دهد
 مردست مرد هر چه کند بی خطر کند
 گلزار را اگر نه قرگل بیس نم
 گنج سخن مند به نماں خانه ضعیف
 تار و ز خاک تیره نه گردد ز شک چرخ
 تا آدمی طالع نکیب در یک هوا
 هم در بهار گل شگفتانده چسب من
 هم در تموز میوه فشانند طبق طبق
 آن را که بخت دسترس بدل باقی است

آئین دهر نیست که کس از نایاں دهد
 را دست راد هر چه دهد رایگان دهد
 در ویش را اگر نه شام ناماں دهد
 دانه کلب گنج بدست زباں دهد
 ز خشانے ستاره بر یک رواں دهد
 سرا کو نو بهار و تموز و خزاں دهد
 تا راحت شام و نشاط رواں دهد
 تا آرزو کے کام و مراد رواں دهد
 طبع سخن رس خرد خورده داں دهد

تشریح
 نصیب
 نقیصت
 امام

آں را که طالع کف گنجینه پاش نیست
 دائم که آسماں زمیں بپیکار کسیت
 چون جنبش سپهر نوزان داد درست
 رنگ از گلست سایه بختل و نواز مرغ
 در نشو نقره قرعہ بنام هوازند
 مستنیر با نسیم اگر بلبلے بیانغ
 دار و ز بهر زندگی آمد نه بهر مرگ
 پرویز دیر یا بشکے بود در بخت
 فریاد زود میر کسے بود در نه دهر
 دارم زر و زرگار نوید کے که آن نوید
 از داور زمانه باز نشو درست
 هر گم بس نوشت سر آمد شما عسقم
 سلطان بن محمد مهدی که راسک او

نعم البدل ز خانه پروین نشان دهد
 عکس چه جلوه روشنی روشنای دهد
 بیداد نبود آنچه بما آسماں دهد
 هر جا بهار هر چه بود در خور آن دهد
 در نشو سبزه حکم چه آب رواں دهد
 جان در نور و خار خوش آشیان دهد
 جرم ز شاکست اگر خسته جان دهد
 آواره را براه ز شیرین نشان دهد
 کام دل غریب پس از امتحان دهد
 در پیریم بشارت بخت جوان دهد
 شادوم که مژد بند گیم ناگماں دهد
 راهم بیار گاه شه انس و جان دهد
 منشور روشنی به شہر خادواں دهد

صفت ساکنان طریقت

رمدواں چون گهر آبله پابینند
 هر چه در دیده عیانت نگاهش دارند
 راستی از رقم صفحه هستی خواهند

پاسے را پایہ فراتر ز تر یا بینند
 هر چه در سینه نمانت زینانند
 نقش کج بر ورق صفوحه عقابینند

تشریح
 نصیب
 نقیصت
 امام

یہ شعر گویا حاصل ہے اس قول کا کہ "لیس فی الامکان ان یبع تا کان" یعنی جو نظام عالم کو اب موجود ہے اس سے بہتر نظام ناممکن تھا۔

دور بیان ازل - کوری چشم ہو ہیں ہم دریں جا نگزند آنچه در آنجا بینند
رازیں بیدہ در آن چو کار ز دیدہ وری نقطہ گرد در نظر آند سوید بینند
راہیں گرم رواں برس کہ در گرم روی جاوہ چون نجف تپان گویا بینند
شر سے را کہ بنا گاہ بد نخواهد بست زخمہ کردار تبارِ رگ خا بینند
قطرہ را کہ ہر آئینہ گہر خا بہ بست صورت آلبہ بر چہرہ دریا بینند
شام در کو کہ صبح - نمایاں نگزند روز در منظر خفاش ہوید بینند
وحشت تفرقہ در کاخ مصور سجند مجمع آنس بر نئے بست زینجا بینند

کاخ مصور وہ محل جسکو زینمانے وصال پوست کے لئے آراستہ کیا تھا اور جس میں تمام سالان عیش و کامرانی جمع تھا۔ نئے بست وہ جھوٹا جو پوست کے قید ہو جانے پر انکی جدائی کے غم میں زینمانے اپنے لئے بنایا تھا اور اس میں رہتی تھی۔ کتاب ہے کہ یہ لوگ یعنی اہل ائمہ کاخ مصور جیسے آراستہ محل میں اس تفرقہ کی وحشت کو دیکھ لیتے ہیں جو پوست اور زینجا کے حق میں وہاں سے آخر کار پیدا ہوا اور آنس اور بلاپ کو اس نئے بست میں دیکھ لیتے ہیں جو پوست اور زینجا کو اسکے بعد نصیب ہونے والا تھا۔

ہر چہ گوید عجم از خسرو شیریں شونند ہر چہ آرد عباد ادا مق و عد بینند

یعنی خسرو شیریں کا قصہ جو اہل عجم بیان کرتے ہیں یہ لوگ اسکو خود خسرو اور شیریں کی زبان سے

سن لیتے ہیں اور ادا مق و عد را کی روئے ادا جو عے اسے بیان کرتے ہیں یہ لوگ اسکو خود مق و عد پر گذرتی دیکھ لیتے ہیں۔

نستو ہند اگر ہجرہ مجسنوں گردند نخر و شند اگر محل لیسے بینند
خون خورند و جگر از غصہ بد نال گیرند خویش را چوں بسرا نہ تنابینند

یعنی جب انکے ساتھ کوئی دوسرا دسترخوان پر نہیں ہوتا تو ادانت پیتے ہیں یعنی جو فیض ان کو پہنچتا ہے اس میں اوروں کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں۔

سرو تن را اگر از درد ستوہ آگازند جان و دل را اگر دست نکینابینند
قطرہ آب بہ لب بوستہ نشتر شمرند پارہ نال بہ گلوریزہ مینابینند

یہ دونو شعر دست و گریباں ہیں مطلب یہ ہے کہ درد و طلب کے اکتا جانا اور دوست کے خیال سے فارغ ہونا کبھی نہیں چاہتے۔

قشقہ را رونق ہنگامہ ہند و خونند بادہ را شمع طرہ نجانہ تر سا بینند
یعنی ہر ایک شے کو اپنے اپنے عمل پر مناسب و موزوں خیال کرتے ہیں اور کسی چیز سے

از راہ تعصب ناک نہیں چڑھاتے۔
برسم و زمرنہ و قشقہ و زنا و صلیب خرقہ و سبوح و مسواک و مصلی بینند

برسم و زمرنہ آتش پرستوں کے ساتھ، قشقہ و زنا ہندوؤں کے ساتھ اور صلیب عیسائیوں کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے مصرع میں شعائر اسلام کا بیان ہے کتاب ہے کہ وہ

لوگ برسم و زمرنہ وغیرہ اور خرقہ و مصلی وغیرہ میں کچھ فرق نہیں سمجھتے۔

دل نہ ہند نہ تیرنگ در چین کو رنگ
ہرچہ بیند بمعنوان تماشا بیند
جام جویند وز زندی نگر آئند نبرد
سبب آنجسم اگر دیدیر بیا بیند
ہرچہ در سونو توں یافت ہر سو یا بند
ہرچہ در چانتواں دید ہر جا بیند
ہمہ گردند در راں پایہ کہ اورا داند
ایں نظر ہائے گرانایہ فراموش کنند
چوں بیند رنگ سخن شجرہ ما بیند
نظر را مویجہ سر شہیہ چیراں غمشد
گہ پے نقل بصد گونہ تقاضا خواہند
گہ پے فال بصد رنگ تما بیند
بزد از یاد کرد دنیا ست نمود بے بود
ایں دل فرود نمود یکزد دنیا بیند

اس مقام پر اس شعر کی خوبی و جدائی ہے بیان میں نہیں آکتی کہ کتاب ہے کہ دنیا کی ذیل فرود
نمود یعنی ہماری نظم و شرح اہل اللہ کی نظر سے گزرے گی تو وہ انکے دل سے اس
عارفانہ خیال کو فراموش کر دیگی کہ دنیا محض ایک نمود بے بود ہے۔

صفت موسم بہار

شکر کہ آشوب برف و باد سرا آمد
نامیہ از بند ز مسریر بر آمد
کسب ہوا نفع آب خضر رساند
سبزہ جہان را بہیشہ را ہر آمد
یعنی آج کل جنگل کی ہوا کھانے سے وہی فائدہ ہوتا ہے جو آب حیات کے پینے سے ہوتا ہے
اور جس طرح خضر آب حیات کا رستہ بتاتا ہے اسی طرح سبزہ جنگل کا رستہ بتاتا ہے۔

در چنستان کشودہ بارِ نور اور
باد کہ باز آراگان کبیر و بر آمد

اشعار
فردوسی

تشریح
قصیدہ
موج
ملکہ فخر

اشتہل انتظار گل بود ارنہ
دیدہ نرگس ز حد قیوں بدر آمد
تا زچہ دانستہ قریب قدم گل را
سبزہ بہ باغ از شکوہ و شہتیر آمد
یعنی سبزہ جو شکونے سے پہلے باغ میں آیا ہے اسنے گل کی آمد آمد کہاں سے سن لی۔

بہیدہ بنود خروش فرغ سحر خول
کو کسبہ گل بگر باغ در آمد
قیس کجا تا کتہ شمارہ محمل
از پس ہر غنچہ غنچہ و گر آمد

غنچے کو محل سے اور گل کو لیلی سے تشبیہ دی ہے کہتا ہے کہ قیس جو ایک کے سوا دوسرا
محل نہیں جانتا وہ آئے اور محلوں کو شمار کرے کیونکہ ہر غنچہ کے بعد دوسرا غنچہ اور دوسرے
کے بعد تیسرا وہم جڑا جکتے چلے آتے ہیں۔

کثرت انواع گل نگر کہ ہیوے
ریخہ ز بار سنہ و فی نمود آمد
یعنی طرح طرح کے پھولوں کی اس قدر کثرت ہے کہ ہیوے بشارت مختلف صورتوں کی بہتات
سے عاجز آگیا ہے اور تھک گیا ہے۔

لالہ بسچہ تیج کوہ گذشتن
دانش اینک وزیر سنگ بر آمد
بسچہ یعنی ارادہ کرتا ہے تیج کوہ قلعہ کوہ دامن از زیر سنگ بر آمدن مصیبت سے نجات پانا۔
محبت گل شد و باسے عام محمل را
ز بخبر ہر شب نہ ہرزہ مویہ گر آمد

جمل ایک جانور ہے سیاہ رنگ جسکو خوشنور اس نہیں اسنے موسم بہار میں مرجاتا ہے
اور چونکہ گوہر میں پیدا ہوتا ہے اسلئے اسکو ہندی میں گہلاکتے ہیں۔ ز بخبر ہر شب نہ ہرزہ مویہ جو کثرت
ہوتا ہے۔ مویہ گر نالاں و گریاں۔

میکده خسرو گلست - رزستان صورت مینا ز غوره در نظر آمد
کتا ہے کہ رزستان مینا انگور کی مٹیاں گویا خسرو گل کا شہر نما ہے کیونکہ آسین نیم خام
انگور لگے ہوئے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے شراب کی بوتلیں۔

ز توغم تر دامنی مخور - کہ جہاں را موج گل از حسہ کرانہ تا کر آمد
فتویٰ خے دادا برو باد و بسکن شیشہ نمان بہ کترالہ بد گسہ آمد

خدر ششہ کے بعد ملک میں امن ہو جانا اور معافی کا اشتہار جاری ہونا۔

در روزگار نانتواند شمار یافت خود روزگار نچہ دریں روزگار یافت
چہ کار تیر گرد فلک در میان میں حق داد و داد حق کہ مگر کز قرار یافت
در ہائے آسماں بز میں باز کردہ اند ہر کس ہر ایچہ نصبت ہر روزگار یافت
آمد اگر بغرض ز بالا بلا مسرود بر روی خاک بیچ و خم زلف یافت
چوں حسن ماہیک شہینہ سیدان کہ ماہ پادشہ جاگدازی شہامی تار یافت
چوں نلگہ وی گل گری - شاد و تو گل اجر جگر خراشی پیکان خار یافت
ور خاک و باد و آتش و آب آشتی خرد ایں پرورش کہ خلق ز پروردگار یافت
ناچار جز بہ داد اگر ایشس نمی کند درد ہر ہر چہ صورت ازین چہ یافت
ہر کس بقدر عظمت خویش رجعت ہر شے بچس جہ ہوش اشتہار یافت
گر خواجہ بندہ را خطہ اگر ادگی نبشت ہم پر در سرای خودش بندہ دار یافت

درد روزگار نانتواند شمار یافت

دربندہ خود ز ختم خط بندگی درید تو قبح خوشدلی ز خداوند گاریافت
ہوشی - دہر ز درش ز سر گرفت لیل و ننا صورت لیل و ننا ریافت
بہرام دل بہ بستن تیغ و کمر نساہ نامہ مید ذوق در زین مضرب ریافت
نظاہرہ فتنہ نامی عیاں از نظر سترد اندیشہ گنجای نمان آتشک ریافت
جام از شراب - روشنی آفتاب او بزم از بساط تازگی نو بہار یافت
روی سخن صفای بنا گوش گل گزید باگ علم نشا طونوی ہزار یافت
بر ہم زرد قاعدہ ہائے کمن بہ در ہر کس نشاط تازہ زہر گونہ گاریافت
فیض سحر بہ غالتیہ پاکش رسید ذوق صبح عالی شہ نہ دار یافت
رہزن تلع خویش بر این بسین نیست کودک صفای لہوز آموز گاریافت
گزاہ دست نیز ز من سے بجام برد در مجرم ست نیز شہر بہار یافت
باقنہ ہم مضائقہ در خرمی زلف خود ز خست خویش زر گل و دوار یافت
دولت سپند بوخت کہ شد ملک تازہ رسد ملک آفرس سرود کہ دولت مدار یافت
از نظام شاہی دایتین سروری سور و سرور و دوش و داؤد یافت
بر خستگان ہند بہ بخشود از کرم و کھڑیا کہ رونق از در و گاریافت

شکوہ تغافل و عدم توجہ بہ نواب یوسف علیخان مرحوم رئیس رام پور در زمانہ سختی دہلیہ کی
کہ بعد از قحط دہلی روز کے چند روز سے دادہ بود

چون نیست مرا شربت آبے ز تو حاصل
 در بادیه برگز غریبان ز چه سوزد
 زان خسرو خوبان چه قدر چشم و نابود
 افسانه غم گر بسیرایم بنود عیب
 میگویم و دم زدم طعنه که در تن زن
 از طعنه شدم خسته دل و از ره تیمار
 تا کس بنزد وطن به شاه بودم روسے
 شاه بود آن دوست که اندر غزل دریا
 من نالم از آن دست که در عالم انصاف
 او خسرو خوبان بود و بنده گدایش
 خود هر چه سرودم هم با او است کنین پیش
 یارب چه شد اینک که نگیرد خیر از من
 ای یوسف ثانی که بود در همه عالم

دانم که تو دریایی من سبزه ساحل
 آن شمع فروزان که بود در نور محفل
 صد حیف که غم نقش امیرم به بل
 بادوست که پوسته همی بر دم ازدل
 چون می نهد بر او از فراد چه حاصل
 دل گفت که باں شیوه عشاق تو بل
 عاشقا که حکایت کم از لیلی و محل
 خوانند ستمگاره و خونخواره و قاتل
 شایان بودش گویم اگر خسرو عادل
 او قلام و عقال بود من خسرو حاصل
 امید گم بود به بر وادی و منزل
 بر بسته برویم در راه سال رسائل
 مشتاق جمال تو چه یوازی چه عاقل

مقام نواب بر دست علیخان مرحوم صاحبزادگی کے زمانے میں حبیب تھیں علم کے لئے دلی میں آئے تھے اس وقت مرزا صاحب سے
 بہت ربط تھا عشق صدر الدین خاں مرحوم سے عوی بڑھتے تھے اور مرزا صاحب سے فارسی۔ مرزا نے اس قصیدے میں اس
 زمانے کو یاد دلایا ہے چنانچہ اس قصیدے پر نواب محمود نے سو گویہ ماہوار مرزا کے لئے مقرر فرمایا تھا جو مرزا کی دم و پای
 تک برابر جاری رہا ۱۲
 چونکہ تشبیب میں اکثر مشرق کی طرف تھاب ہوتا ہے اس لئے کہتا ہے کہیں اس تشبیب میں اہلی و محل کا کوئی نہیں
 کرتا یہی مشرق کی طرف میرا رو سے سخن نہیں ہے ۱۱

تا نزد تو چون آیم دو دراز تو چہ سازم
 اسے کاش بگو سے تو نہیں ہی نمودے
 چو نیست کہ گاہے نمکی مدی میں سو
 گر جاں دہم از غصہ تو دانی کہ گیتی
 خواہی کہ مرا تنگوی؟ از درد ریفرا کے
 از صنعت استادان مل کہ زہر سو
 غالب سخن نام من آمد از دل آورد
 در فن سخن دم مزین از غوی و مطالب
 من گنج و گردوں گل اندوہ درم را
 خود و خود ویرانہ بود گنج گران بند
 ہارت فسوں نفس گرم چه دانند
 اں را کہ صریح علم ہوش ریاید
 توقع بر علی بتو فرخندہ کہ سن نیز
 عاشقا کہ ستارہ رستم قاضی وقت
 بفرست خردت کساں را بجا دوست
 ہر سال زان شہر میں آیاہ رواں مار
 امید کہ لب تشنگی من نہ پسندی

ماندن ز تو شہار و رسیدن تو مشکل
 زینیاں کہ فرد غم مرا پای میں گل
 از صیت کہ ہرگز نہ ہی دایہ یہ مسائل
 حرنے غلط از صفی زہتی شدہ زائل
 تا نزد تو آرد کیے ظاہر لیسل
 چون قبیلہ ناموسی تو ام ساختہ مائل
 دانی کہ دیں شیوہ نیم عامی و جاہل
 ایس آیت خاص ست کہ برین شدہ نازل
 مے میں گنج۔ ارچہ کشودن شہہ مشکل
 غم نیست کہ آبادی دہلی شدہ زائل
 اعجاز از دہلی بود و سحر ز باہل
 دیگر خبر و ذوق زاو از عنادل
 بستم بہ فرہ مندی خوشین از کوشل
 عاشقا کہ پذیرم عمل شخہ و عامل
 در صیب گداری تطلیے زہد اخل
 کز بہر میں گشتہ در اطلع تو شامل
 زان رشتہ کہ بر صوفی خانی زائل

زآں رشمه یعنی مادہ مطلب یہ کہ ہر سہ ساتھ خط کتابت جاری رہے۔

امید کہ بی زیری و برین نیکئی تسمہ نیز یرم اگر سوزت فردا شاعلی
امید کہ آں شیوہ نوردی کہ بگویم کز در دلم فلخ و از من شہدہ غافل

کیفیت آغاز موسم سرما

عید اضحیٰ بسرا آغاز زمستان آمد وقت آراستن حجرہ و ایوان آمد
گرمی از آب بیرون رفت حرارت ز ہوا محل مہر جہاں تاب بہ میزان آمد
روزی کاہد و شب بابت ہوا توالین رو موسم دیر غنودن بہشتاں آمد
آوز افروز و خز و طلسم و سیفوز بدوز ہرمہ - میرود اینک ہر آیاں آمد
ہندہ در فصل خزاں نیز ہمارے دارد گونہ گون سبزہ خلی بند خیاں آمد
دیسے دہین کہ در اقلیم دگر تہ بندہ اندریں ملک گل و سبزہ فراواں آمد
نیشریکہ صفت آراستہ کہ در موسم چنان کاہنہ شامہ گفت جانیت دگر سوزدہ تو راں آمد
تخل ناریخ زمینی کہ ہم از مویہ و شلیخ گوی و چو گل کفت آورد و میداں آمد
تابرہ و داغ غم ہر شقائق ز دلش گل صد برگ بہ دلجوی و مقال آمد

گر نہ ایں گرمی ہنگامہ تماشا دارد
از چہ زگس پئے نظارہ بہشتاں آمد

صفت موسم بہار

سحر کہ باد سحر عرض ہوتاں گیرد دہد بہ محبت گل حکم تا جہاں گیرد
برات بریز رنگ کردہ اندہ پنداری کہ خنجر را سپہ سبزہ در میان گیرد
مگر کہ بر و گل از بہر باین طلقہ زدہ است کترالہ راز ہوا سینہ بر نشان گیرد
شادہ سر ویدیاں اہتمام بر در باغ کہ تا بہار دگر راہ بر خزاں گیرد
ز ترالہ خنجر بہ سرشت شاہدی ماند کہ بعد بادہ شکر ریزہ در دہاں گیرد
چمن بر عکس شفق ساکین من گردد سمن ز جوش طرب ملک غواں گیرد
زندہ گر ہمہ آتش بہ خار گل بالہ کشد گر ہمہ پیکر زنگ - جاں گیرد
زاہنبا طرب ہوا بعد ازین عجب دارم کہ مرغ قبلہ نا جا در آشاں گیرد
ز گل بگنہ توان اشتہ دل بہ بیہوشی ایضا آشاں برود و غم آورد اگر زمانہ تواند ز در دستاں گیرد
چنان بچچ چمن یافتہ ذوق تاعبت حق کہ شیخ شہرچہ ماترک خان ماں گیرد
حرصین جلوہ نگہ در جہم لالہ و گل چو آں گدا سے کہ دنبال کارواں گیرد
چنین کہ شاخ ہی سینہ بر زیں مالہ چرا کسے نمر از دست باغبان گیرد

کیفیت صبح

صبحی کہ در ہوا می پریشانی برین سخن جنبد کلید تیکدہ در دست برہمن
در رفتن روی دہر دم گرم ہباں آرد بر دل گداختہ شمع از گلشن

شیرین و شیرین و شیرین و شیرین

شیرین و شیرین و شیرین و شیرین

شیرین و شیرین و شیرین و شیرین

خیز زردی دستہ در دستہ نشان نشسته روی
 در آرزوی چیدن بر بزم زماروں
 از شور و دیریاں بگمان خروش صور
 اموات راز قیص تبین بر روز کین
 رخسار ستاره از رخ ناسته صنم
 بالہ بنفشہ از قد خم گشته شمن
 بر روی خاک جلوه کند سایہ در غم
 بروی دوست حلقہ ز نغمہ و دین
 خواب چرخ گشته چو شخص بریرہ سر
 خیزد گل شکفتہ چو بجز خستہ تن
 بر جام گل ز دیدہ بشنم گلزار گاہ
 بر روی گل ز طرہ سبیل خود شکن
 غوغای روز پرده کشاید ز خوب و بد
 آواہ کو س خواب رایز مردوں

فخر خود ستانی با تکتوہ بخت و گردوں

اس معنون کے کچھ متفرق اشعار ہم مرزا کے ایک ترکیب بند میں سے جو جناب امیر کی منقبت میں لکھا گیا ہے نقل کرتے ہیں۔ چونکہ یہ نظم ایک خاص انداز کی منقبت اور خاص طرز کی شاعری پر مبنی ہے جس سے زمانہ حال کے عام مذاق نا آشنا ہیں مگر یاد ہو اسکے مرزا کے کلام میں شاعری کی حیثیت سے نہایت ممتاز درجہ رکھتی ہے اسلئے نہ اسکو اس موقع پر اگل علم انداز کیا جاسکتا ہے اور نہ وہ اول سے آخر تک نقل کیا جاسکتی ہے لہذا متعدد بندوں میں سے جتنے جتنے اشعار متضمن معنون مندرجہ عنوان احتمالاً کر کے اس مقام پر نقل کئے جاتے ہیں

مذہب ہم جہاد یا انا و غیرہ کی پہلی تالی پشت میر کی شائش جن کو آتش پرست عبارت یا غسل باطعام کے وقت ہاتھ میں رکھتے ہیں * شمن بت *

اور جہاں جہاں ضرورت ہوگی شکل مقامات کی شرح بھی کی جائیگی۔

بند اول

اے سحر خیزم کہہ ہر رادربستان دیدہ ام
 شب نشیناں رادریں زندہ ایوان ہم

اس تمام بند میں مرزا نے اپنی سحر خیزی اور جو کچھ اس نور ظہور کے وقت میں آسمان پر یا زمین پر نظر آیا ہے اسکو نہایت بیخ و جزیل شاعرانہ بیان کیا ہے اور آخر کو اس سے ایک لطیف تشبیہ نکال کر شکایت آمیز فخر پر بند کو ختم کیا ہے۔ شعر مذکور کا مطلب یہ ہے کہ میں وہ سحر خیز ہوں کہ میں نے چاند کو اسکی خواب گاہ میں دیکھا ہے اور شب بیداروں یعنی کو اکب یا ملائک کو اس گردنہ ایوان (یعنی آسمان) میں مشاہدہ کیا ہے۔

اینت خلوتخانہ روحانیاں! کا نماز دو
 زہرہ راندر ردا می نور عیان دیدہ ام

اینت گلگتھیں تعجب ہے یعنی زہرہ دہے۔ روحانیاں زشتے۔ آسمان کو کہتا ہے کہ کیا عمدہ خلوتخانہ روحانیوں کا ہے جہاں میں نے دور سے یعنی زمین پر سے زہرہ کو چاند نور میں عزتیاں یعنی بجز کسی حجاب کے دیکھا ہے۔

ہر کیے خانہ زغیر وہر کیے نازاں بخت
 لوٹے رادرو عشرتگرہ دو مہمان دیدہ ام

ہرگز اسے ناداں بر سوائی نبی الکلن
 ماہ رادرنور و کیواں راہ بنیاز دیدہ ام

ان دونوں شعروں کا سمجھنا کسی قدر نجوم کی اصطلاحات جانتے پر موقوف ہے مجتوں نے دور فلک کو بارگاہ حصوں پر تقسیم کیا ہے جن میں سے ہر ایک حصے کو برج کہتے ہیں اور انکے نام یہ ہیں حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔ (انہیں سے

ہر ایک برج کسی کسی ستارے کا خانہ کہلاتا ہے یا وہ بال ریشلاً جدی و دلو زحل کے خانے اور شمس و قمر کے وبال ہیں اور برعکس اسکے آس و سطران شمس و قمر کے خانے اور زحل کے وبال ہیں اسی طرح ہر برج ایک ستارے کا خانہ اور دوسرے کا وبال ہے ثور اور میزان جن کا دوسرے شہر میں نام آیا ہے یہ دونوں زہرہ کے خانے ہیں اور ثور کے تین درجے چاند کے شرف اور میزان کے اکیس درجے زحل کے شرف کے مقام ہیں۔ شاعر کا مطلب یہ ہے کہ میں نے چاند کو اسکے شرف کے مقام (یعنی ثور) میں اور کیواں یعنی زحل کو اسکے شرف کے مقام (یعنی میزان) میں دیکھا اور چونکہ ثور اور میزان زہرہ کے خانے ہیں اس لئے اس مطلب کو اس طرح ادا کرتا ہے کہ میں نے ایک بولی زہری (یعنی زہرہ کی دو عشرتنگا ہوں یعنی ثور و میزان) میں دو ایسے مہمان دیکھے ہیں کہ ہر ایک دوسرے کے حال سے بے خبر اور ہر ایک اپنے حال میں خوش ہے کہ میرے سوا کوئی دوسرا زہرہ کی عشرت گاہ میں نہیں ہے پھر دوسرے شعریں دفع و دخل مقدر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بیان کو کسی برسے معنی پر محمول کرنا چاہئے بلکہ صرف مطلب یہ ہے کہ میں نے ماہ کو ثور میں اور زحل کو میزان میں دیکھا ہے۔

فتنہ ام زان میں سیر بلخ و مرغزار بلخ
سر بریم خواب زیر بال پنہاں میرہ ام

بریم خواب یعنی جیسا کہ پرندوں کے سونے کا دستور ہے۔ سر زیر بال پنہاں یعنی بار بار سر گھساتے رہتے۔

کلمک مویج نمکت گل نم ز گردش نازدہ نامہ فیض سحر توتشتہ عنوان میرہ ام
مویج نمکت گل کو کلمک یعنی علم قرار دیا ہے اور فیض سحر کو نامہ یعنی خط ٹھہرایا ہے۔ کتاب ہے

کہ ایسا سویرا تھا کہ پھولوں کی خوشبو کا قلم ابھی گردش میں نہیں آیا تھا کہ میں نے فیض سحر کا مکتوب جیکہ اسکا سزا نامہ نہیں لکھا گیا تھا دیکھا۔ مطلب یہ کہ فیض سحر ابھی عام نہوا تھا اور پھولوں کی خوشبو سے باخ ممکنے نہیں پایا تھا۔

شہادۂ بادِ سحر گاہی جنبش نامدہ قرۃ سنبل ببالیں بر پشیاں میرہ ام
اس بیت میں بادِ سحر گاہی کو کنگھی فرض کیا ہے جسکے ملائم جھوکوں سے گویا سنبل کی زلف سلجھ جاتی ہے۔ کہتا ہے کہ ابھی شانہ نسیم صبح کو جنبش نہیں ہوئی تھی اور قرۃ سنبل بالین راحت پر پریشیاں پڑا ہوا تھا۔

بادِ سزستان می جنبید و شبنم می چکید غنچہ را در رخت خواب آلودہ ام میرہ ام
یہ اس حالت کے بعد کا بیان ہے جو پہلے دو شعروں میں بیان ہوئی ہے کہتا ہے کہ ہوا رسان رسان چل رہی تھی اور شبنم ٹپک رہی تھی جسکی وجہ سے میں نے غنچہ کو رخت خواب میں آلودہ داماں دیکھا یعنی اگرچہ غنچہ ابھی دوشیرگی کی حالت میں معلوم ہوتا تھا مگر چونکہ وہ عنقریب کھلنے والا تھا اس لئے وہ گویا اپنے رخت خواب میں آلودہ دامن ہو چکا تھا۔

صبح اول گو بروئے کس نیاد و از حیا صبح ثانی را بریں نہ گامہ خندان میرہ ام
اب ان تمام عجائبات کی جو آخر شب اسکو نظر آئے انکی قلمی کھڑتا ہے اور کہتا ہے کہ صبح اول یعنی صبح کا زب جو گویا کہ شرم و حجاب سے ایک جھلکی دکھا کر غائب ہو جاتی ہے، اگرچہ وہ جیسا کہ اصل مجید منہ پر نہیں لائی مگر صبح ثانی یعنی صبح صادق کو میں نے اس تمام نہنگائے خیزدہ

دیکھا۔ مطلب یہ کہ یہ تمام نظر فریب سیمائی جلو سے تھے جنکو محض وہم نے اخترع کیا تھا اور
اسی لئے صبح صادق اپنے خنڈہ زن تھی۔ اسکے بعد بند کو اس گرہ کے شر پر ختم کرتا ہے اور
کتاب ہے۔

محم راز نمان روزگارم کردہ اند تا بحر نم گوش تند خلق خوارم کردہ اند
کتاب ہے کہ اگر چھوڑ جانے کے پوشیدہ اسرار کا محوم بنایا ہے بلکہ اس لئے کہ کوئی میری بات
نہ سنے اور پوشیدہ راز ظاہر نہ ہونے پائیں مجھکو دنیا میں ذلیل و خوار کر دیا ہے۔

از بند سوم

روشناس چرخ و جمع ایرانش منم نور چشم روزن دیوار زندانش منم
کتاب ہے کہ آسمان کے مظلوم سیروں میں اسکا روشناس اور پہچاننے والا صرف میں ہوں؛
گویا میں اس زنداں کے روزن دیوار کی جیسے آسمان کے مظلوم قیدی اسیر ہیں۔
آنکھ کا نور ہوں۔

ثابت و سیار گردون اصد بستم علی سلم رشتہ تسبیح گوہر ہای غلطان منم
چونکہ رصد بانہنے سے اکثر ستارے منظم ہو جاتے ہیں اس لئے کتاب ہے کہ میں نے جو آسمان کے
ثوابت و سیارات کی رصد یا ندھی ہے تو گویا میں اسکے گوہر ہاے غلطان (یعنی کوکب) کی
تسبیح کا ڈورا ہوں جسکے سب سے تمام ستارے مثل داندانے تسبیح کے منظم ہو گئے ہیں۔
نے زندانش کا میناک ڈونہی تنگدل فرسار گوش جبین دکیو انش منم
اہل نجوم کے نزدیک بر جیس یعنی مشتری علم کا افاضہ کرنے والا ہے اور کیواں یعنی زحل

تھی اور بصیرت کا مجھنے والا ہے کتاب ہے کہ میں علم سے کامیاب ہوں اور توحی اور بصیرت سے
گھبرانے والا ہوں تو گویا مشتری اور زحل دونوں کی کوشش میرے باب میں راگیاں جاتی ہیں
اور اسلئے میں ان دونوں سے شرمندہ ہوں۔

دینی شہر و ہر از تہمت چرخ رفتہ مسکین از یاد گنج پنهانش منم
کتاب ہے کہ آسمان جو یعنی اور بخل میں مشہور ہے یہ اسکی تہمتی کا نتیجہ ہے کیونکہ اسکے پاس
دیسے کو کچھ باقی نہیں وجہ یہ کہ اسکا گنجینہ پنهان میں تھا سو وہ اپنے خزانے کو مٹی مجھکو بھول گیا
ہے۔ مسکین سے مراد خود آسمان ہے جیسے اردو میں کہتے ہیں کہ غریب پنا خزانہ کیس نکھر گیا۔
در غریب خویش ما ز غنقہ در دل می ظلم خوردہ ام از دست غم تیر کیو انش منم
یعنی عالم غربت میں بسبب غم کے میں خود اپنے دل میں چھپتا ہوں گویا غم کی خلی سے ذہ تیر
میرے اگر گاہے کہ خود میں ہی اس تیر کی بھال ہوں۔

ماندہ ام تمناینج از دور با تریس وضع خانہ دارم کہ پذیرند در بانس منم
دور بانس۔ ہٹوڑ بھوکی آواز کو کہتے ہیں جو نقیب اعدا و سلاطین کی سواری کے آگے آگے
بچا کرتے جاتے ہیں۔ مگر شعرا اسکو اکثر مطلق روک ٹوک اور طاقت و فراحت کے معنوں میں
استعمال کرتے ہیں کتاب ہے کہ پاس وضع مجھکو گھر کے کونے سے کیس باہر نہیں جانے دیتا
پس میری اپنے گھر پر ایسی مثال ہے کہ گویا اسکا دریاں میں ہی ہوں۔
پایسن جز چشم من نیاید در نظر از بندہ ای اخترم روشن نیاید در نظر
از بندہ چپارم

چوں بنیر از مکران مفتست بیم بایست
 بجود تم بیم نیاں گریختن کج باز دین
 بر تنش دست تواند بود - زان بالاترم
 دل بنازم - شیر گردون پنجر باز دین

پہلے مصرع کی تقدیر عبارت یہ ہے کہ من اذناں بالاترم کہ فلک را برین دستے تواند بود، شیر گردوں
 سے مراد خود گردوں یا بیج اسد یا تیغ پنجہ باز دین دست دراز کردن و حملہ نمودن۔ دولتی
 پر حواس شدن۔

ہر کراگردوں بلند اوازہ تر خواہد بہر
 نوبت شای دہر و نگاہ بنواز دین
 بنواز دین - یعنی اسکو میرے ذریعے سے مغز کر تا ہے دوسرے شعر میں اسکی تشریح ہے۔

پادشاہاں از سخن گفتن بہ کلام بہرست
 دیدہ و در شاہے کہ کا گفتن انداز دین
 در تو گوئی پادشہ را مایہ نمود - بیمست
 خود بتشاہاں مایہ چشم گریہ باز دین
 آگہ چوں در ملک ہستی مگر شای زند
 بگاہ شای بطغراسے پیر اللہی زند

قولہ مد پادشہ را مایہ نمود، اس سے یا تو یہ مراد ہے کہ سلاطین عمد اس قدر مایہ نہیں رکھتے کہ میرے
 کمال کے موافق میری قدر کریں، اور یا یہ مطلب ہے کہ بہادری شاہ مرحوم جو اس زمانے میں مرزا
 کے مروج اور پادشاہ کے لقب سے ملقب تھے وہ گردش روزگار سے بے مایہ ہیں۔ تو اور اگر
 بہر واز دین، بہر واز دکانا فعل دوسری بیت میں واقع ہوا ہے یعنی مد آنکہ چوں در ملک
 ہستی تیغ مراد اس سے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ ہیں جبکی مثبت میں مرزا نے
 یہ ترکیب بند لکھا ہے۔

قطعات

ہزار مہنی سرچوش خاص نطق منست
 کز اہل ذوق دل - گوی او غسل بردست
 ذر قنگاں ہر یکے گرتو آدم زوداد
 مراں کہ خوبی آرایش عنبرل بردست
 مراست تنگ دلے نخر دست کان بہن
 بسمی فکر سا - جاہداں محل بردست
 میر گمان توارد - یقین شناس کہ دزد
 متاع من زنب نخاۃ اذل بردست

فرصت اگر دست دہر منتقم نگار
 ساقی وقتی دشرابے دسرودے
 ز ہمارا ازاں قوم نباشی کہ فریبند
 حق را بسجودے - دینی را بدردے

اسے کہ خواہی کہ بعد ازین باشم
 مخلص صادق الولاے تو من
 گرترا شیبہ شاہدی بودے
 کردے جان و دل فدائے تو من
 در ترا پیشہ شاعری بودے
 سووے چشم و سر سپاس تو من
 در ترا پایہ خسروی بودے
 سفتمے گوہر شناسے تو من
 چون ازیناۃ - مراچہ ضرور
 کہ شوم ہرزہ مبتلاے تو من
 راست گویم - بہانہ چند آرم
 ناصح مشفقتم براے تو من
 بسکہ بر مال و جاہ مغروری
 نیستم خوش ازین اورے تو من

تو توار
 تو توار
 تو توار

زندہ

مخلقات
 مخلقات
 مخلقات